میرا ہرجائی صنم

نادیہ فاطمہ رضوی

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

میرا ہرجائی صنم

نادیہ فاطمہ رضوی

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود تمام ناولز بالکل مفت ہیں۔اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تاکہ وہ لوگ جو وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈائونلوڈ کرلیں۔اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔مزید معلومات کے لئے، سُپر موڈز: روشنی، بسمہ، حسیب یا مینجمنٹ وقار سے رابطہ کریں،
شکریہ

میرا ہرجائی صنم

آئے موسم رنگیلے سہانے جیا نہیں مانے
تُو چھٹی لے کر آجا بالما! ہو... و... ہو ہو لالالا...

''اُف! یہ امی کی امی کی نواسی اتنی بے سُری کیوں ہے۔'' شہروز نے کچن سے آتی علیحا کی آواز سے ڈسٹرب ہو کر انتہائی بے مزہ ہو کر سوچا۔

''ارے شہروز! یہ تم اخبار ہاتھ میں تھامے کن سوچوں میں گم ہو۔'' امی لائونج میں داخل ہوئیں تو کائوچ پر شہروز کو کھویا کھویا دیکھ کر استفسار کیا۔

''امی! آپ کو معلوم ہے ناں کہ پورے ہفتے میں مجھے صرف ایک دن آرام کا نصیب ہوتا ہے مگر شاید اب وہ بھی میرے ہاتھ سے گیا۔''

''کیوں بھئی...اب ایسا کیا ہو گیا؟ تمہارے آرام میں کس نے خلل ڈال دیا۔'' امی نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

''یہ... یہ آپ کی بھانجی آشا بھوسلے' ملکہ ترنم نور جہاں کی اُستانی کتنی مدھ بھری آواز میں پورے گھر میں اپنے سُر بکھیر رہی ہے۔'' کچن سے ابھی بھی علیحا کی گنگنانے کی آوازیں آرہی تھیں۔شہروز نے کائوچ پر اخبار پٹخ کر دانت پیستے ہوئے کہا تو امی بے ساختہ مسکرا اٹھیں جسے دیکھ کر شہروز مزید بے زار ہو گیا۔

”اُفوہ بیٹا! تو اس میں اتنا چڑنے کی کیا بات ہے۔ ٹھیک ہے کہ علیحا کچھ زیادہ بولتی ہے۔“ امی جز بز ہو کر بولیں تو شہروز نے فوراً حیرت سے بات کاٹی۔

”کچھ زیادہ... ! امی آپ جانب داری سے کام نہ لیں وہ تو اتنا بولتی ہے کہ کوئی گونگا بھی گھبرا کر بول اٹھے کہ خدا کے واسطے خاموش ہو جائو۔ “

”اچھا بابا! میں علیحا سے کہہ دوں گی کہ تمہارے سامنے زیادہ نہ بولا کرے۔“ امی مصلحت آمیز لہجے میں بولیں کہ اسی اثناء میں علیحا اندر آئی۔

”کھانا تیار ہے خالہ اماں! شہروز بھائی جان! آپ ہاتھ دھو کر جلدی سے ٹیبل پر بیٹھو میں بس گرم گرم پُھلکے لا رہی ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ بنا ان کا جواب سنے دوبارہ جھپاک سے کچن میں غائب ہو گئی۔

”امی کہہ دیں اس بھائی جان والی سے‘ مجھے صرف شہروز بھائی کہا کرے اور یہ کیا سمجھ رہی ہے کہ میں یونہی سر جھاڑ منہ پھاڑ بیٹھا ہوں۔“ شہروز تلملا کر بولا۔

”افوہ! تم تو علیحا کی ہر بات کو غلط رنگ میں لے رہے ہو۔ ارے انسان تو یہ کہتا ہی ہے کہ ہاتھ دھو کر کھانے کی ٹیبل پر آ جائو۔ اچھا چھوڑو ان باتوں کو آئو‘ کھانا کھاتے ہیں۔“ امی نے شہروز کو منہ بناتے دیکھ کر کہا تو شہروز طوعاً و کرھاً اٹھ کھڑا ہوا۔

☆...☆...☆

آفس سے واپسی پر اسے آج خاصی دیر ہو چکی تھی اوپر سے ٹریفک جام اور اس پر مستزاد سر میں درد نے شہروز کو اچھا خاصا چڑچڑا کر دیا تھا۔ بڑی دقتوں سے ڈرائیونگ کر کے وہ گھر پہنچا تو امی علیحا کے ہمراہ بازار جانے کے لیے تیار بیٹھی تھیں۔

”شہروز! آج تم نے اتنی دیر کیوں کر دی‘ میں نے صبح ہی تم سے کہا تھا ناں کہ علیحا کے لیے کچھ شاپنگ کرنی ہے۔“

”امی! آج آفس میں کام زیادہ تھا‘ میں اس وقت تو بالکل بھی بازار نہیں جا سکتا‘ آپ یہ پروگرام کل پر اٹھا رکھیں۔“ شہروز ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہیں سوفے پر ڈھے گیا۔

”السّلام علیکم آنٹی!“ اچانک آفاق کی آواز لائونج میں ابھری تو شہروز اور امی دونوں چونک گئے۔

”ارے آفاق بیٹا! تم‘ آج اتنے دنوں بعد آئے مگر درست وقت پر آئے۔“

”آنٹی! یہ صاحبہ کون ہیں؟“ آفاق نے امی کی بات نظر انداز کر کے علیحا کی بابت استفسار کیا جو کائوچ پر بیٹھی تھی۔ علیحا بھی آفاق کی جانب متوجہ ہو چکی تھی۔

”بیٹا! یہ میری بھانجی علیحا ہے۔ پچھلے ہفتے گائوں سے آئی ہے۔“

”اوہ اچھا... مگر آج سے پہلے تو میں نے انہیں کبھی آپ کے گھر نہیں دیکھا۔“

”یہ پہلی بار کراچی آئی ہے۔ اچھا بھئی آفاق! تم ہمارا ایک کام کر دو‘ ہمیں مارکیٹ لے چلو۔“ آفاق جو شہروز کا دوست اور پڑوسی تھا‘ اس کا ان کے گھر میں آنا جانا تھا‘ فوراً امی بھرتے ہوئے بولا۔

”افوہ امی! میں نے جب کہہ دیا کہ کل میں آپ کو لے چلوں گا تو آفاق کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے۔“ شہروز کو آفاق کی آمد بالکل پسند نہیں آئی تھی اور وجہ تھی علیحا صاحبہ! آفاق بھنورا صفت لڑکا تھا آج کل کے دور کے تقاضوں کو پورا کرتا اس کی بہت سی گرل فرینڈز تھیں اور ان میں سے اکثر کے نام بھی وہ

بھول جاتا تھا۔ پہلے لڑکے لڑکیوں سے صرف فلرٹ کر کے اور کچھ وقت ساتھ گزار کر ہی سیر ہو جاتے تھے مگر میڈیا کی آزادی اور خود لڑکیوں کی بے باکی نے اب بُرائی کو بُرائی نہیں بلکہ ماڈرن ازم اور ایڈونچر کا نام دے دیا تھا وہ تمام حدیں بھی پار کر کے یہ سمجھتے تھے کہ آج کے ترقی یافتہ وار جدید دور میں یہ اتنی معیوب بات نہیں ہے جب کہ علیحا صاحبہ سیدھی اور بے وقوف ہونے کے ساتھ ساتھ بہت حد تک احمق بھی تھیں۔

''خالہ! شہروز بھائی جان کو کھانا کھلا کر چلتے ہیں۔'' علیحا اپنے مخصوص انداز میں بولی۔

''میں کوئی بچہ نہیں ہوں کہ خود کھانا نہ کھا سکوں۔ آپ لوگ اطمینان سے جائیں' میں خود کھالوں گا۔''

شہروز جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں کہتا وہاں سے اٹھ گیا۔

☆...☆...☆

شہروز کمپیوٹر پر کام کر رہا تھا کہ کھٹکے کی آواز پر اس نے گردن گھما کر دیکھا تو علیحا چائے لیے اندر آ رہی تھی وہ دوبارہ کمپیوٹر اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''شہروز بھائی جان! چائے۔'' علیحا کی اداس اور سنجیدہ سی آواز ابھری۔ آج خلاف توقع اس کی آواز میں چہک اور کھنک مفقود تھی۔ شہروز کو مجبوراً متوجہ ہونا پڑا۔ چائے کا کپ لیتے ہوئے شہروز نے اسے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''کیا بات ہے آج اتنی خاموش کیوں ہو؟'' شہروز کے سوال پر اس نے ایک سرد آہ بھری اور کارپٹ پر ہی سر جھکا بیٹھ گئی۔ شہروز نے اس کے جھکے سر کو دیکھا۔ ''یہ تم اس طرح کیوں بیٹھ گئیں۔ میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔''

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

''ہا... کیا بتاؤں شہروز بھائی جان! مجھے گاؤں بہت یاد آ رہا ہے۔'' اتنا کہتے ہی موٹے موٹے آنسو اس کی پُرکشش آنکھوں سے تیزی سے گرنے لگے۔

''ارے ارے تم رو کیوں رہی ہو؟'' شہروز کپ رکھ کر اٹھا اور اس کے قریب پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔

''مجھے گھر' بڑی اماں اور چاچا کریم بہت یاد آ رہے ہیں۔'' اب وہ باقاعدہ آواز کی ساتھ رو رہی تھی جب کہ شہروز سر تھامے بے بس بیٹھا تھا۔ اسے کسی روتے ہوئے کو اور کسی لڑکی کو خاموش کرانے یا تسلی دینے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ وہ بھی پیر پسار کر بیٹھ گیا۔

''علیحا! اب چپ بھی ہو جاؤ ورنہ تمہارے سر میں درد ہو جائے گا۔'' بڑے سوچ بچار کر شہروز اتنا ہی بول پایا۔

''اپنے اماں ابا کو تو میں نے دیکھا ہی نہیں اور اگر دیکھا تو مجھے یاد نہیں کیونکہ میں بہت چھوٹی تھی' جب وہ فوت ہو گئے۔ بڑی اماں (نانی) ہی میری اماں ابا بہن بھائی سب کچھ تھیں اور ان کے وجود کے بعد... وہ بھی میری تنہائی کا ساتھی میرا دوست میرا راز دار...'' اتنا کہہ کر وہ پھر ہچکیاں لینے لگیں جب کہ شہروز کے کان پورے قد سے کھڑے ہو گئے۔

''کون...؟ کون وہ...؟''

''وہ جی چاچا کریم کے گھر میں رہتا ہے میں روز اس سے ملنے جاتی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ بھی کھل جاتا تھا بہت یاد آتا ہے وہ۔'' علیحا دل سوز انداز میں بتا رہی تھی جب کہ شہروز کی تمام ہمدردی اور شفقت میزائل کی طرح ایک جھٹکے سے خلاء میں اڑ گئی تھیں اس نے انتہائی تپ کر علیحا کے سرخ چہرے کو دیکھا۔

''علیحا! تمہاری عمر کتنی ہے؟''

''جی!'' اچانک اس غیر ضروری سوال پر وہ کچھ حیران سی ہو کر شہروز کو دیکھنے لگی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں' تمہاری عمر کیا ہے؟" وہ دانت پیس کر بولا۔

"پچھلے سال بڑی اماں نے مجھ سے کہا تھا کہ اگلے جاڑوں کے موسم میں تُو اٹھارہ سال کی ہو جائے گی۔" علیحا دماغ پر زور ڈال کر بولی۔

"اور اس سے تمہاری دوستی کب سے ہے؟" دوسرا سوال داغا گیا۔

"صحیح سے یاد نہیں مگر ہاں... بچپن سے۔ پتا ہے ایک بار وہ بیمار پڑ گیا میری تو جان پر ہی بن آئی' میں نے اسے گود میں "!...

"بس... اب اس سے آگے ایک لفظ بھی مت بولنا' میں تو سمجھتا تھا کہ یہ وبا صرف شہر کی لڑکیوں کو ہی مریض بنا گئی ہے مگر چہ... چہ... چہ... گائوں کا بھی یہی حال ہے۔" شہروز اس کی بات پر تلملا کر بولا۔

"وبا...؟ کون سی وبا! اوہ کہیں ہیضہ کی وبا تو نہیں... ہاں ایک بار یہ وبا ہمارے گائوں میں پھیل گئی کاکی جنت کے بیٹے کو"...

"اُف میرے خدا! تمہاری باتیں سن کر میرا سر پھٹ جائے گا تم... تم فوراً میرے کمرے سے نکل جائو۔" شہروز اسپرنگ کی مانند کارپٹ پر سے اچھل کر کھڑا ہوا۔

"مگر شہروز بھائی جان"!...

"مت کہو مجھے بھائی جان...! میں کوئی تمہارا بھائی وائی نہیں ہوں' نہ مجھے تمہیں بہن بنانے کا شوق ہے۔" وہ غصے سے بولا۔

"مگر خالہ تو کہہ رہی تھیں کہ آپ میرے بھائی ہو۔"

"ہاں... ہاں ہم دونوں بچپن میں بچھڑ گئے تھے ناں..." وہ لفظ چبا چبا کر بولا۔ "اور اگر تم ایک منٹ کے اندر یہاں سے نہیں گئیں تو... تو..." یہ کہہ کر وہ ادھر اُدھر نجانے کیا دیکھ رہا تھا۔

"اچھا میں جا رہی ہوں۔" علیحا شہروز کو مشتعل دیکھ کر خوف زدہ سی نکل گئی۔ شہروز نے گہری گہری سانسیں لے کر اپنے اشتعال کو کنٹرول کرنا چاہا پھر فریش ہونے کی غرض سے باتھ روم کی جانب بڑھا۔

☆...☆...☆

"آنٹی تعلیم تو آج کل لڑکیوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ کیوں کہ ایک عورت ہی نسل کو سنوارنے اور بگاڑنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم یافتہ مائیں ہی اپنے بچوں کی صحیح اور مثبت تربیت کر پائیں گی۔" آفاق زور و شور سے وعظ دے رہا تھا جب کہ امی شاید کچھ کہنا چاہ رہی تھیں مگر آفاق انہیں موقع ہی نہیں دے رہا تھا۔ شہروز گھر کے پچھلے صحن میں رکھے گملوں کی کاٹ چھانٹ کر کے لائونج میں آیا تو یہاں کا منظر دیکھ کر اس کا موڈ خراب ہو گیا۔ علیحا کی موجودگی میں آفاق کی آمد اسے ناگوار گزرتی تھی کیوں کہ شہروز کو یہ بخوبی معلوم تھا کہ آفاق کی فطرت کیا ہے۔ اسے پتا تھا کہ وہ صرف علیحا کی خاطر یہاں بلاناغہ چکر لگا رہا ہے۔

"آفاق ہم نے پہلے ہی یہ طے کر لیا ہے کہ علیحا کو ہم کالج میں داخلہ دلوائیں گے اور میں دو تین کالجوں کے فارم بھی لے آیا ہوں۔" شہروز روکھائی سے بولا۔

"آفاق بیٹا! یہی بات میں بھی تم سے کہنا چاہ رہی تھی مگر تمہاری زبان تو فرّاٹے بھر رہی تھی۔" امی تھوڑا بُرا مان کر بولیں تو آفاق کچھ لمحے کے لیے شرمندہ سا ہوا مگر پھر ڈھٹائی سے بولا۔

"آنٹی! اگر ایڈمیشن کے سلسلے میں میری مدد درکار ہو تو مجھ سے کہیے گا' شہروز تو اپنی جاب میں مصروف رہتا ہے ناں۔"

"آفاق بھائی جان! یہ لیجیے آپ کے گرم گرم پکوڑے اور چائے۔" شہروز نے آفاق اور علیحا کو بغور پُر سوچ نگاہوں سے دیکھا۔

☆...☆...☆

"یار! یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں بھلا تمہارے گھر پر بُری نظر کیوں رکھوں گا' میرے لیے لڑکیوں کا کیا کال پڑ گیا ہے جو میں اپنے دوست کے گھر میں نقب لگاؤں گا "لاحول ولا قوۃ۔" شہروز نے جب آفاق کے لتّے لیے تو آفاق اچھا خاصا برہم ہو گیا۔

"دیکھو آفاق! علیحا ہماری ذمہ داری ہے' اس کی نانی کے انتقال کے بعد جب اس کے رشتے داروں نے اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا تو امی اسے اپنے ساتھ لے آئیں' وہ بہت معصوم اور سادہ ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ خدانخواستہ کوئی اونچ نیچ ہو جائے۔ بہتر یہی ہے کہ تم مجھ سے باہر ہی مل لیا کرو اور پھر جب علیحا کالج جانے لگے تو امی سے ملنے آجایا کرنا۔" شہروز کو یہ معلوم تھا کہ وہ امی سے ملنے کا بہانہ بنائے گا لہٰذا یہ کہہ کر اس نے اس بات کا اسے موقع ہی نہیں دیا۔

"ٹھیک ہے اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے گھر نہ آؤں تو پھر نہیں آؤں گا۔" آفاق بُرا مان کر اٹھا تو شہروز کو کچھ ندامت بھی ہوئی مگر اس نے آفاق کو روکا نہیں کیوں کہ یہ علیحا کے لیے بے حد ضروری تھا۔

☆...☆...☆

آج علیحا کا کالج میں پہلا دن تھا وہ بہت زیادہ نروس دکھائی دے رہی تھی۔

"شہروز بھائی جان! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ ایسا کرتے ہیں واپس گھر چلتے ہیں میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ اگلے ہفتے سے ضرور کالج جایا کروں گی۔" علیحا کی معصومانہ چالاکی پر ڈرائیونگ کرتے شہروز کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ اُمڈ آئی تھی۔

"بچکانہ باتیں مت کرو علیحا! کچھ نہیں ہوگا' تمہاری طرح بہت ساری لڑکیوں کا پہلا دن ہوگا آج' کسی اچھی سی لڑکی سے دوستی کر لینا۔" شہروز اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"مگر وہ تو یہاں کے اسکولوں سے پڑھ کر آئی ہوں گی جب کہ میں نے مٹرک اپنے گاؤں سے کیا ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اب چلو شاباش! اپنے چہرے پر آئی ان ہوائیوں کو غائب کرو' کالج آنے والا ہے۔" شہروز کا یہ جملہ سُن کر وہ مزید بد حواس ہو گئی جب کہ شہروز کو اچھا خاصا غصہ آگیا۔

"مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں تمہیں بینک لوٹنے یا پھر دہشت گردی کے لیے بھیج رہا ہوں' کنٹرول کرو اپنے آپ پر۔" وہ اسے ڈپٹتے ہوئے بولا تو علیحا جلدی جلدی اپنی سانسیں ہموار کرنے کی تگ و دو میں لگ گئی۔

☆...☆...☆

"شہروز بیٹا! اس سال تم ماشاءاللہ پورے تیس سال کے ہو جاؤ گے' اب تو تمہارا اسیٹ ہونے کا بہانہ بھی نہیں رہا' سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے' اب شادی میں تاخیر کرنا درست نہیں ہے بیٹا!" شہروز رات کو امی کی ٹانگیں دباتے ہوئے اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہا تھا کہ اچانک امی نے یہ موضوع چھیڑ دیا۔ وہ تو شکر ہے

کہ علیحا امی کے بیڈ کے دوسری جانب سر سے پیر تک چادر تانے گہری نیند سو رہی تھی ورنہ اگر وہ بولنا شروع ہو جاتی تو پھر اس سے جان چھڑانا مشکل تھا۔

''ٹھیک ہے امی! آپ جیسا چاہیں کریں مگر لڑکی سمجھ دار اور سنجیدہ ہو اور اس گھر کو اچھی طرح سے سنبھال سکے۔''

''تم اس بات کی بالکل فکر مت کرو۔'' امی شہروز کا جواب سن کر کھل اٹھیں پھر کچھ سوچ کر گویا ہوئیں۔ ''بیٹا! تمہاری کوئی پسند ہو تو بتا دو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔''

''پسند تو میری کوئی نہیں ہے البتہ میرے کولیگ نے ایک بار باتوں باتوں میں اپنی سالی کا تذکرہ کیا تھا۔'' شہروز سنجیدگی سے بولا۔

''تم نے دیکھا ہے اس کی سالی کو کیسی ہے؟ کیا کرتی ہے؟''

''میں نے دیکھا تو نہیں ہے مگر خاور (کولیگ) اس کی بہت تعریف کرتا ہے شاید گریجویشن کیا ہوا ہے اور پارلر وغیرہ کا بھی کورس کر رکھا ہے۔'' شہروز ذہن پر زور ڈالتے ہوئے بولا تو امی نے جوش سے کہا۔

''تو پھر ٹھیک ہے اس لڑکی کو دیکھ لیتے ہیں آخر میں اکیلی کہاں جگہ جگہ لڑکی ڈھونڈتی پھروں گی۔'' امی کی بات پر شہروز نے اثبات میں سر ہلایا۔

☆...☆...☆

انتہائی چلچلاتی دھوپ میں پچھلے آدھے گھنٹے سے شہروز علیحا کے کالج کے باہر گاڑی میں اس کا منتظر تھا مگر شاید وہ موصوفہ آج گھر جانا بھول گئی تھیں' گاڑی میں گو کہ اے سی چل رہا تھا مگر باہر گرمی کی شدت کی بدولت

اس کی ٹھنڈک ناکافی تھی وہ بے زار سا بار بار کالج گیٹ کی جانب دیکھ رہا تھا کہ اچانک آفاق کی گاڑی اسے نظر آئی۔ شہروز اسے دیکھ کر سمجھ گیا کہ یقیناً وہ کسی لڑکی کے چکر میں آیا ہے' اسی اثناء میں علیحا صاحبہ ایک انتہائی الٹرا ماڈرن لڑکی کے ہمراہ گیٹ سے برآمد ہوئیں۔ پہلے موصوفہ نے آفاق کو جا کر سلام جھاڑا پھر دونوں کو خدا حافظ کہہ کر شہروز کی گاڑی کی جانب لپکیں' اسی پل شہروز کا دماغ پوری طرح گھوم چکا تھا۔

''سوری شہروز بھا''...

''شٹ اپ! میں تمہارا نوکر ہوں کہ اتنی سڑی ہوئی گرمی میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں اور تم مہارانیوں کی طرح اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی اتنی دیر سے باہر آ رہی ہو۔'' شہروز یک دم دھاڑا تھا۔ علیحا سہم سی گئی۔

''وہ دراصل سونیا کی وجہ سے...!'' وہ فقط اتنا ہی بولی تھی کہ پھر سے شہروز کی چنگھاڑ کانوں سے ٹکرائی۔

''کون سونیا؟''

علیحا نے جھرجھری لے کر پل بھر کے لیے آنکھیں بند کیں پھر جلدی سے بولی۔

''وہ...وہ آفاق بھائی جان کی کزن!'' اچانک شہروز چپ کا چپ رہ گیا۔ وہ پل بھر میں بات بخوبی جان گیا کہ یہ سونیا نامی لڑکی آفاق کی ہرگز کزن نہیں بلکہ گرل فرینڈ ہے اور اس کا انداز و اطوار دیکھ کر اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ کس رنگ ڈھنگ کی لڑکی ہے۔

''کب سے دوستی ہے تمہاری سونیا کے ساتھ؟'' اب کی بار وہ اپنے لہجے پر بمشکل قابو پا کر بولا۔

''جب سے کالج آئی تھی۔'' علیحا کے جواب پر اس کا ذہن بری طرح سے الجھ گیا۔

''امی آپ کو علیحا کو اپنے ہمراہ نہیں لانا چاہیے تھا وہ گاؤں میں ایک چھوٹے سے گھر میں پلی بڑھی ہے سوائے اپنی نانی اور چند لوگوں کے اس نے دنیا میں کچھ دیکھا تک نہیں ہے آپ کو معلوم نہیں ہے کہ باہر کی دنیا کتنی

سنگین اور پُر خطر ہے اور ہماری علیحا بی بی پیٹ بھر کر احمق اور بے وقوف ہیں۔" آخر میں شہروز دانت پیس کر بولا تو امی ایک دم سے پریشان ہو گئیں۔

"کیوں بیٹا! کیا ہوا؟ خدانخواستہ کچھ غلط تو نہیں ہو گیا۔"

"امی کچھ غلط نہیں ہوا مگر مجھے علیحا کی سادگی سے ڈر لگتا ہے' وہ شہر کی لڑکیوں کے ساتھ موو نہیں کر سکتی۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اس کے کسی رشتے دار سے بات کریں کہ وہ اسے واپس گاؤں لے جائے۔" بہت سوچ بچار کے بعد شہروز نے یہ فیصلہ کیا تھا کیونکہ اس کے خالص پن اور معصوم انداز کو شہر کی آلودگی اور کثافت اپنی لپیٹ میں لے کر اسے بھی آلودہ کر سکتی تھی۔

"بیٹا! میں کیسے اس کے رشتے داروں کے پاس اسے بھیج دوں جب کہ نانی کی موت کے بعد اس کے تمام قریبی لوگوں نے اسے اپنے ساتھ رکھنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔" امی فکر مند لہجے میں بولیں۔

"امی! وہ ایک نو عمر لڑکی ہے اوپر سے موصوفہ عقل سے بالکل پیدل' بہت بڑی ذمہ داری ہے علیحا ہمارے لیے۔" شہروز سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"جانتی ہوں بیٹا! میں بھی علیحا کی طرف سے پریشان رہتی ہوں مگر اس ڈر سے اسے گاؤں جا کر کسی کے در پر پٹخ بھی تو نہیں سکتی۔" امی پریشان ہو کر بولیں تو یک دم شہروز کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

"امی ہم علیحا کی شادی کر دیتے ہیں۔"

"کیا...؟ باولے ہو گئے ہو۔ علیحا فرسٹ ائر میں ہے' میں اتنی کم عمری میں شادی کے حق میں نہیں ہوں۔" امی قطعیت سے بولیں۔

"افوہ! اتنی کم عمر کہاں ہے مجھے بتا رہی تھی کہ اٹھارہ سال کی ہونے والی ہے بلکہ ہو گئی ہو گی۔" شہروز اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کی غرض سے بولا تو امی سوچ میں پڑ گئیں۔

"مگر رشتہ کہاں سے ملے گا اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ لوگ اچھے ہوں آخر مجھے بھی تو اللہ کو منہ دکھانا ہے۔" امی نیم رضامند سی ہو کر بولیں۔

"یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیجیے' ان شاءاللہ علیحا کے لیے اچھا رشتہ ضرور مل جائے گا۔" شہروز تیقن آمیز لہجے میں بولا تو امی کچھ مطمئن سی ہو گئیں۔

☆...☆...☆

"ہائے اللہ! چاچا کریم تم مجھ سے ملنے آئے مگر اسے ساتھ نہ لائے۔ پتا ہے وہ مجھے کتنا یاد آتا ہے۔" شہروز جیسے ہی گھر میں داخل ہوا تو علیحا کے اس جملے نے اس کا استقبال کیا۔

"ارے دھئی! میں تو کام سے شہر آیا تھا سوچا کہ تجھے بھی دیکھ لوں' اب اسے اپنے ساتھ ساتھ میں کہاں لیے پھرتا۔"

"اچھا وہ ٹھیک تو ہے ناں! مجھے یاد کرتا تو ہو گا۔" علیحا کے لہجے میں حسرت ہی حسرت تھی۔ شہروز چڑ کر اندر داخل ہوا۔ چاچا کریم اسے دیکھ کر صوفے سے اٹھا۔

"سلام بابو!" ایک دیہاتی ٹائپ آدمی نے اسے اپنا ہاتھ ماتھے پر رکھ کر سلام کیا تو شہروز نے بھی خوش دلی سے جواب دیا۔

"چاچا کریم جب یہ اس سے ملنے کو اتنا بے قرار ہو رہی ہیں تو انہیں اپنے ساتھ ہی لے جایئے۔" شہروز چلبلا کر بولا تو چاچا کریم گھبرا سا گیا۔

"نہیں بابو! یہ تو جھلّی ہے کچھ دن میں بھول جائے گی۔"

"چاچا وہ اذان تو دیتا ہے ناں!" علیحا نے کہا تو شہروز ٹھٹک گیا۔

"کیا وہ اذان دیتا ہے۔ مسجد کا مولوی ہے کیا؟" شہروز نے کچھ حیرت سے پوچھا۔

"اونہ جی نہ بابو! وہ مولوی کیسے ہو سکتا ہے۔" چاچا کریم شہروز سے زیادہ حیران ہو کر بولا۔

"شہروز بھائی جان! میں جب بھی اس کے سامنے آتی تھی تو اپنی نازک اور خوب صورت گردن آگے کر کے بانگ دیتا تھا۔"

"بانگ دیتا تھا؟" شہروز زیر لب بولا۔

"بابو جی! میرے مرغے سے بہت پیار کرتی ہے یہ جھلّی"!

"مرغا؟" چاچا کریم کی بات پر حیرت و شاکڈ کے زیر اثر وہ زور سے بولا۔

"آپ اسے مرغا مت کہیے اس کا نام راجہ ہے۔" علیحا بُرا مان کر بولی تو شہروز کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس بے وقوف لڑکی پر لعن و طعن کرے یا قہقہے لگائے۔ وہ کیا سمجھ رہا تھا اور موصوف مرغا نکلے۔

"تم واقعی عقل سے پیدل اور احمق لڑکی ہو۔" شہروز ہنستے ہوئے بولا اور کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ کمرے کا دروازہ بند کر کے پھر وہ اپنے قہقہوں کو کنٹرول نہیں کر سکا۔

☆...☆...☆

وہ اسے کالج سے پک کرنے آیا تو آج خلاف معمول علیحا کو کافی چپ اور الجھا ہوا سا پایا۔ پہلے تو شہروز نے سوچا وہ خود اسے بتا دے گی کیوں کہ وہ ہر بات شہروز سے شیئر کیا کرتی تھی مگر جب کافی دیر ہو گئی تو شہروز نے خود ہی پوچھ لیا۔

"کیا بات ہے علیحا! ٹیچر سے ڈانٹ پڑ گئی یا پھر کلاس سے باہر نکال دیا؟"

"ہاں... نہیں تو کچھ نہیں ہوا۔" پہلے تو علیحا زور سے چونکی پھر شہروز سے نگاہیں چرا کر بولی۔ شہروز سمجھ گیا کہ کوئی سیریس بات ہے۔

"چلو آج تمہاری پسند کی آئسکریم کھاتے ہیں۔"

"نہیں! آج میرا دل نہیں چاہ رہا۔" شہروز کی بات پر علیحا کا جواب انتہائی غیر متوقع تھا ورنہ وہ تو آئسکریم کھانے کے لیے ہر وقت تیار رہتی تھی۔ چاہے گلا خراب ہو یا فلو مگر آئسکریم کا پرہیز ہر گز نہیں کرتی تھی۔

"مگر میرا دل چاہ رہا ہے۔" یہ کہہ کر شہروز نے گاڑی آئسکریم پارلر کی جانب بڑھا دی۔

شہروز کافی پریشان تھا بار بار علیحا کا الجھا سا چہرہ نگاہوں کے سامنے آ رہا تھا۔ آئسکریم کریم کھانے کے بعد شہروز نے جب اس سے نرمی سے استفسار کیا تو وہ ڈرتے ڈرتے بولی تھی۔

"شہروز بھائی جان! آپ کے کہنے پر میں نے سونیا سے دور رہنا چاہا مگر وہ خود ہی میرے پیچھے پڑی رہتی ہے۔ آج مجھ سے کہنے لگی کہ تمہارا کزن شہروز بہت اسمارٹ ہے اور تم بالکل پاگل ہو کہ اسے بھائی جان کہتی ہو اور...!" اس سے آگے وہ کچھ بتا نہیں پائی اور شہروز سمجھ گیا کہ آگے سونیا نے کس قسم کی گھٹیا باتیں کی ہوں گی جس کی وجہ سے علیحا کا معصوم اور کچا ذہن کس قدر متاثر ہوا ہو گا۔ اس نے سونیا کو خوب بُرا بھلا کہا تھا اور علیحا کو نرمی و حلاوت سے سمجھایا تھا ایسی فضول باتوں میں قطعاً دھیان نہ دے اور سونیا سے فوراً قطع تعلق کر لے، مگر کیا صرف ایک سونیا تو نہیں ہے۔ سونیا جیسی کوئی دوسری لڑکی اس طرح کی باتیں کر کے اس کے

ذہن کو بھٹکا سکتی ہے۔ وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا کہ اس مسئلے کو کیسے حل کیا جائے مگر کوئی بھی سرا اس کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

☆...☆...☆

وہ ایم ڈی کو فائل اور کچھ ضروری ڈاکومنٹس چیک کرا کے اپنے کیبن کی جانب آیا تو خاور کو کرسی پر بیٹھا پایا۔

"فائل چیک کر لی ایم ڈی نے؟" خاور نے اسے آتا دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں بھئی شکر ہے خدا کا کوئی نقطۂ اعتراض نہیں اٹھایا ورنہ تم تو جانتے ہو انہیں مطمئن کرنا کس قدر مشکل کام ہے۔" شہروز ایک اطمینان بھری سانس فضا میں خارج کرتے ہوئے بولا۔

"یار میں نے تم سے اپنی سالی کا تذکرہ کیا تھا ناں اور تم کہہ رہے تھے کہ تم نے اپنی امی سے بات بھی کی تھی۔" خاور اپنے مطلب پر آتے ہوئے بولا۔

"ہاں میں نے امی کو بتایا تھا۔" شہروز کو یک دم یاد آیا تو اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"تو تم کب اپنی امی کو لے کر آ رہے ہو۔ دراصل فریحہ کے ایک دو رشتے موجود ہیں تم جا کر میرے سسرال والوں سے مل لو ورنہ ایسا نہ ہو کہ وہ فریحہ کے لیے کسی رشتے کو ہاں کر بیٹھیں۔" خاور سہولت سے بولا۔

"میں ان شاءاللہ جلد ہی امی کے ساتھ آؤں گا۔"

☆...☆...☆

علیحا کالج کے ماحول میں کافی ایڈجسٹ ہو گئی تھی۔ شہروز کے کہنے پر اس نے سونیا سے بات چیت بند کر دی تھی۔ شروع میں سونیا نے اس سے بات کرنا چاہی مگر علیحا کا رویہ دیکھ کر وہ خود بھی پیچھے ہٹ گئی۔ پڑھائی کے سلسلے میں وہ اکثر شہروز سے مدد لیتی تھی۔ اونچی آواز میں گانے گانا اور نان اسٹاپ بولنا اس نے شہروز کے کہنے پر چھوڑ دیا تھا۔ امی خاور کی سالی کو دیکھ آئی تھیں اور شہروز کے لیے اسے پسند بھی کر لیا تھا۔ شہروز کو فریحہ تو ٹھیک ٹھاک لگی تھیں مگر فریحہ کی امی اور بہن یعنی خاور کی بیوی اسے کچھ خاص متاثر نہیں کر سکی تھیں۔ امی باقاعدہ رشتہ ڈالنے کا ارادہ کر ہی رہی تھیں کہ اس عرصہ میں فریحہ کے بیمار والد انتقال کر گئے اور یوں یہ معاملہ کچھ دنوں کے لیے التواء میں پڑ گیا۔ علیحا شہروز سے میتھس کے کچھ پوائنٹ سمجھ رہی تھی جب کہ شہروز پوری توجہ اور انہماک سے پوائنٹس اس کو کلیر کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کچھ دیر بعد شہروز نے محسوس کیا کہ علیحا صاحبہ کے آگے وہ محض بین بجا رہا ہے۔

"علیحا بی بی! خیالی دنیا سے اب باہر آ جاؤ ورنہ میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔" شہروز کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو یک دم وہ ہڑبڑا سی گئی۔

"جی...جی کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" علیحا نے ہونقوں کی طرح پوچھا۔

"کہاں کی سیر کر رہی تھیں آپ! چاند کے باغات کی' بادلوں کے دریائوں کی یا پھر آسمانوں کے آنگن کی۔" شہروز اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر بمشکل اپنے اشتعال کو ضبط کر کے بولا تو علیحا نے بے ساختہ شہروز کی جانب دیکھا۔ سیاہ ذہین آنکھوں پر ریڈنگ گلاس لگائے' گھنی مونچھوں تلے عنابی گداز ہونٹوں کو بھینچے بلیک ٹی شرٹ پر فان کلر کی پینٹ پہنے وہ بہت خاص لگا۔ آج پہلی بار علیحا نے اسے غور سے دیکھا۔

"میرا معائنہ ہو چکا ہو تو وہ بات بتاؤ جس کی وجہ سے تم کھوئی کھوئی ہو۔"

"ہائے اللہ! یہ تو میرے دل کی ہر بات جان لیتے ہیں۔" شہروز کے استفسار پر اس نے گھبرا کر سوچا۔

"نہیں شہروز بھائی جان! کوئی بات نہیں ہے۔" وہ خوامخواہ میں ہنستے ہوئے بولی۔

"علیحا مجھ سے بھی چھپاؤ گی۔" شہروز نے خفگی بھرے لہجے میں کہا تو علیحا مجبور سی ہو گئی۔

"وہ...وہ مجھے پوچھنا تھا کہ میری منگنی کب ہو گی؟"

"وہاٹ...! یہ اچانک تمہیں منگنی کرنے کا سودا کیسے سوار ہو گیا۔" شہروز اس کی بات پر حیرت سے بولا۔

"دراصل عاتکہ بتا رہی تھی..." اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔

"اب عاتکہ تمہیں کیا بتا رہی تھی۔" شہروز تھکے ہوئے انداز میں بولا۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ اس کا منگیتر اس سے بہت پیار کرتا ہے روز اسے فون کرتا ہے' ہر وقت کالج میں اس کے میسج آتے رہتے ہیں اور تو اور اسے اتنے اچھے اچھے گفٹس دیتا ہے کہ کیا بتاؤں۔" آخر میں وہ پُرجوش ہو کر بولی۔

"تو تم کو کیا چاہیے گفٹس؟ یا یہ چھچھوراپن! بھلا یہ عمر ہے تم لوگوں کی اس طرح کی حرکتیں کرنے کی؟ تم بھی چھانٹ چھانٹ کر دوستیں بناتی ہو۔ آخر تمہیں عقل کیوں نہیں آ جاتی۔" شہروز اسے بُری طرح جھڑکتے ہوئے بولا تو وہ منمنا کر رہ گئی۔

"مم...میں یہ تھوڑی کہہ رہی ہوں بس ایسے ہی پوچھ لیا۔"

"اس عاتکہ کو دیکھ کر تمہیں بھی منگنی کرنے کا شوق چرّا گیا ہے۔ یہی بات ہے ناں؟" شہروز کی صاف گوئی پر وہ محض سر جھکا کر رہ گئی۔ "حد ہوتی ہے بے وقوفی اور نا سمجھے پن کی! اب تم اتنی بچی نہیں ہو کہ اچھے بُرے کی تمیز نہ کر سکو۔ مت ایسی لڑکیوں کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرو جو اس قسم کی فضول گوئیاں کر کے تمہارے خالی دماغ کو بھٹکاتی ہیں۔"

"میرا دماغ خالی نہیں ہے۔" شہروز کے آخری جملے پر اس نے سر اٹھا کر بھرپور احتجاج کیا۔

"اگر اس میں کچھ بھرا ہوتا ناں تو تم منگنی نہ ہونے کے غم میں یوں ہلکان نہ ہو رہی ہوتیں۔"

"ارے شہروز! کیوں ڈانٹ رہے ہو علیحا کو؟" امی کچن سے شہروز کی اونچی آواز سن کر باہر آ کر بولیں۔

"سمجھائیں اپنی اس عقل کی دشمن بھانجی کو ورنہ میں اس کا کالج جانا ہی بند کروا دوں گا۔" شہروز اس پل غصے سے آئوٹ آف کنٹرول ہو رہا تھا اور علیحا نے باقاعدہ رونا شروع کر دیا تھا۔ طیش کے مارے شہروز گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔

☆...☆...☆

فریحہ کے والد کے چالیسویں کے بعد خاور نے باقاعدہ رشتہ لے کر آنے کا کہا تا کہ نیک کام میں تاخیر نہ ہو مگر علیحا کی وجہ سے ان دنوں بہت ذہنی دباؤ کا شکار تھا۔

"خاور ابھی کچھ دن رک جاؤ کچھ نجی پرابلمز ہو گئی ہیں' ابھی آنا ذرا مشکل ہے۔" شہروز اسے ٹالتے ہوئے بولا۔

"اوکے جیسی تمہاری مرضی! مگر دیر مت کرنا آنٹی کو فریحہ کی شادی کی جلدی ہے۔" شہروز اس پل اتنا اپ سیٹ تھا کہ دل چاہا کہ کہہ دے "اگر اتنی جلدی ہے تو کہیں اور کر لیں۔" مگر وہ کبھی بھی اتنا بدلحاظ نہیں ہوا تھا سو خاموش رہا۔

☆...☆...☆

تیز گرمی اور حبس زدہ ماحول میں اچانک گھر گھر کر بادل آ گئے اور پل بھر میں ہی برس اٹھے' سب کچھ جل تھل ہو گیا۔ کالج میں موجود تمام لڑکیاں اس موسم کو بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہی تھیں۔ عاتکہ آج کالج نہیں آئی تھی لہٰذا علیحا بور بور سی کاریڈور کی سائیڈ پر بنی سیڑھیوں پر تنہا بیٹھی تھی کہ اچانک سونیا وہاں سے گزری۔ اسے اکیلا بیٹھا دیکھ کر کچھ سوچ کر سونیا اس کے پاس آ کر دھپ سے بیٹھ گئی۔ علیحا نے اپنے دھیان سے چونک کر اسے دیکھا۔

"وہ آج لولی وڈ کی ہیروئن دکھائی نہیں دے رہی۔" سونیا کے جملے پر علیحا نے ناسمجھی والے انداز میں اسے دیکھا۔

"کون ہیروئن "!

"ارے وہی عاتکہ صاحبہ موصوفہ آج کل بڑی ہواؤں میں اڑ رہی ہیں۔" وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔

"وہ کیسے؟"

"تمہیں نہیں معلوم اب تو اس کے پاس کوئی نہ کوئی قیمتی اشیاء نظر آتی رہتی ہیں۔" سونیا نے طنزاً کہا۔

"ہاں اس کا منگیتر اسے گفٹس دیتا ہے ناں۔ "

"ہاہ سو کالڈ منگیتر چھ یا آٹھ مہینے کے لیے۔" سونیا ہنوز اسی انداز میں بولی۔

"کیا مطلب چھ آٹھ مہینے؟" علیحا نے اچنبھے سے کہا۔

"مائی ڈیئر علیحا! وہ عاتکہ کا منگیتر نہیں بلکہ بوائے فرینڈ ہے وہ بھی اس لیے کہ موصوف کے پاس اچھی گاڑی ہے اور اتنا کھلے دل کا ہے کہ عاتکہ جس چیز کی فرمائش کرتی ہے وہ اسے فراہم کر دیتا ہے۔" سونیا نے بے

زاری اور حسد آمیز لہجے میں اسے بتایا تو علیحا کا سر چکرا کر رہ گیا تو یک دم علیحا کو ان باتوں سے کراہت محسوس ہوئی۔

"شہروز بھائی جان ٹھیک کہتے تھے مجھے سونیا جیسی لڑکیوں سے دوستی تو کیا بات بھی نہیں کرنی چاہیے۔" وہ دل میں بولی اور یک دم سرعت سے اٹھی۔

"کیا ہوا تم کہاں چلیں؟" سونیا نے اسے یوں اچانک اٹھتے دیکھا تو متعجب ہو کر علیحا سے پوچھا۔

"آفاق بھائی تمہارے کزن ہیں ناں؟ "

"ارے تم اس کمینے کو کیسے جانتی ہو کہیں وہ اب تمہارے پیچھے تو نہیں پڑ گیا۔ اس کے جھانسے میں مت آنا بہت کنجوس اور چالاک انسان ہے۔ اپنا مطلب اتنی صفائی سے نکال لیتا ہے کہ انسان بس ہاتھ ملتا رہ جائے' بہت بڑا فلرٹ ہے وہ..." سونیا نے غصے سے کہا تو مزید کچھ بھی سننا علیحا کی برداشت سے باہر ہو گیا۔ سونیا اسے پکارتی رہ گئی مگر علیحا تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے چلی گئی۔

گھر آ کر بھی اس کی طبیعت خاصی بوجھل اور مضمحل سی رہی۔ وہ بغیر کھانا کھائے بستر پر آ کر ڈھے گئی۔ سونیا اور عاتکہ کی باتیں گاہے بگاہے اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں آج جو باتیں سونیا نے اس کے گوش گزار کی تھیں وہ اس کے لیے کسی تکلیف دہ انکشاف سے کم نہیں تھیں۔ سوچتے سوچتے وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

وہ آفس سے گھر آیا تو امی نے بتایا۔

"آج علیحا نے کالج سے آ کر نہ کھانا کھایا اور نہ ہمیشہ کی طرح اپنے کالج کی باتیں بتائیں بس آتے ہی بولی کہ مجھے بھوک نہیں ہے' کینٹین میں کچھ کھا لیا تھا اور اب اسے نیند آ رہی ہے۔" امی سے تفصیل جان کر وہ کچھ فکر مند ہو گیا۔

”کیا بات ہو سکتی ہے؟“ وہ خود سے باتیں کرتا اس کے کمرے کی جانب آیا جہاں علیحا کالج یونیفارم میں ہی سو رہی تھی۔ شہروز نے نیم تاریک کمرے پر ایک طائرانہ نظر ڈالی پھر آگے بڑھ کر کھڑکیوں سے پردے ہٹائے‘ علیحا یک دم کمرے میں آتی شام کی نرم و ملائم روشنی کی بدولت کسمسائی تھی پھر اس نے جو نہی آنکھیں کھولیں اپنے بالکل سامنے شہروز کو استادہ پایا۔

”ارے شہروز بھائی جان آپ!“ یہ کہہ کر وہ تیر کی مانند بستر سے اٹھی۔

”کیوں بھئی کیا ہوا؟ کھانا کس خوشی میں نہیں کھایا اور یونیفارم بھی چینج نہیں کیا‘ کیوں کیا راجہ یاد آرہا ہے؟“ شہروز آخر میں شرارت سے بولا تو وہ ایک بار پھر سے اداس ہوگئی۔

”ہُوں! مجھے اپنا گاؤں بہت یاد آرہا ہے۔“ شہروز نے آج پہلی بار اسے اس قدر ڈسٹرب دیکھا تھا۔

”اچھا تم جلدی سے کپڑے چینج کرکے فٹافٹ تیار ہو جاؤ‘ آج ہم سیر کرنے جائیں گے اور کھانا بھی باہر کھائیں گے۔“ شہروز اسے بچوں کی طرح بہلاتے ہوئے بولا تو علیحا نے اسے غیر یقینی سی کیفیت میں

دیکھا۔

”آپ سچ کہہ رہے ہیں؟“ اس سے پہلے بھی کئی دفعہ شہروز نے اسے سیر کرانے کے وعدے کیے تھے مگر کوئی نہ کوئی مصروفیت آڑے آجاتی تھی۔

”سو فی صد سچ۔“ شہروز دل پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا جھک کر بولا تو علیحا یک دم پُرجوش ہوگئی۔

”ٹھیک ہے‘ میں ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔ آپ باہر انتظار کریں اور ہاں... کہیں چلے مت جایئے گا۔“ علیحا باتھ روم کی جانب جاتے ہوئے شہروز سے بولی تو باہر کمرے سے نکلتے شہروز نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلادیا۔

”ہوں تو یہ بات تھی جس نے تمہیں اتنا اداس کر دیا تھا۔“ واپسی پر علیحا بہت خوش تھی۔ سمندر اس نے پہلی بار دیکھا تھا اور وہاں اس نے بچوں کی طرح انجوائے کیا تھا۔ شہروز کو بھی اس کی خوشی اور کھلکھلاہٹ دیکھ کر اطمینان محسوس ہو رہا تھا۔ واپسی پر جب اس نے آج کے متعلق پوچھا تو علیحا نے اپنے اور سونیا کے درمیان ہونے والی گفتگو من و عن بتادی اور یہ بھی کہ آفاق بھائی بھی اچھے نہیں ہیں۔

”میں تو سمجھ رہی تھی کہ عاتکہ کی اس لڑکے سے شادی ہونے والی ہے مگر سونیا نے بتایا کہ وہ لڑکا تو صرف...“ اتنا کہہ کر علیحا پہلی بار جھجک محسوس کرکے خاموش ہوگئی۔

”دیکھو علیحا! یہ شہر اور اس میں بسنے والے لوگ کافی ماڈرن ہوگئے ہیں۔ مغربی ممالک کی تقلید کرکے وہ اپنی اقدار و روایات کو بالکل فراموش کر بیٹھے ہیں اور یہ لڑکیاں... جو سمجھتی ہیں کہ وہ لڑکوں کو بے وقوف بنا کر ان سے مہنگے گفٹس حاصل کر لیتی ہیں اور خوب عقل مندی کا کام سمجھتی ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ تو خود لڑکوں کے ہاتھوں چند چمکتی دمکتی چیزوں کے عوض اپنے پندار اپنی نسوانیت اپنے بھرم کو جمعہ بازار کی چیزوں سے بھی سستی قیمت پر بیچ دیتی ہیں جن کا کوئی مول نہیں ہوتا۔“ شہروز بولتا چلا گیا جب کہ علیحا سر جھکائے شہروز کی ایک ایک بات کو دل میں نقش کرتی رہی۔

☆...☆...☆

”میری دھئی! میرے بھائی کی نشانی! قسم سے تُو مجھے بہت یاد آتی تھی۔ تجھے دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی تھیں۔ کتنی سوہنی ہوگئی میری دھئی! شہر کی ہوا میں۔“ اچانک تایا کی آمد پر شہروز اور امی کے ساتھ ساتھ علیحا بھی حیران رہ گئی۔ کہاں تو وہ یہاں آتے وقت اس سے ڈھنگ سے ملا بھی نہیں تھا۔ گھر قریب

ہونے کے باوجود عید بقر عید تک میں چکر بھی نہیں لگاتا تھا اور کہاں اب علیحا کے لیے ان کی محبت سمندر کی لہروں کی طرح ٹھاٹھیں مارنے لگی تھی۔

"تایا! گھر میں تو سب خیریت ہے ناں! تائی' یوسف بھائی' جمیلہ بھرجائی اور بچے۔" علیحا سابقہ تلخیوں کو جھٹک کر تایا سے استفسار کرنے لگی جواباً تایا نے ایک گہری سرد آہ بھری۔

"کیا بتاؤں پُتر! ہم پر تو قیامت گزر گئی۔" یہ کہہ کر تایا رونے لگا تو تینوں گھبرا گئے۔

"اللہ خیر کرے تایا! کیا ہوا؟ جلدی سے بتاؤ میرا دل بیٹھا جارہا ہے۔" علیحا از حد پریشانی و بے قراری سے بولی۔

"پُتر! تیری بھرجائی جمیلہ اب اس دنیا میں نہیں رہی۔"

"کیا... بھرجائی جمیلہ...!" وہ فقط اتنا ہی بولی اور بے ساختہ اس کی آنکھیں شدتِ غم سے چھلک اٹھیں۔ "یہ سب کیسے ہوا تایا! جب میں یہاں آئی تھی تو بھرجائی تو بالکل ٹھیک تھی۔"

"یوسف کے یہاں تیسرے بچے کی ولادت ہونے والی تھی بس اسی دوران وہ حرماں نصیب چل بسی۔" تایا رنج سے بولا تو تینوں کو اس ناگہانی موت کا بہت افسوس ہوا۔

پھر تایا تین دن علیحا کے پاس رہا اور جاتے وقت شہروز کی امی کے کانوں میں ایسی بات ڈال کر چلتا بنا کہ حقیقی معنوں میں ان کے ہوش اڑ گئے۔

"حد ہوتی ہے خود غرضی اور بے حسی کی' میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ اچانک علیحا کے لیے تایا کی محبت کہاں سے اڈ آئی۔ اب معلوم ہوا کہ وہ اپنے بیٹے کے تین عدد بچوں کے لیے دوسری ماں کی لالچ میں آئے تھے۔" شہروز امی کی بات سُن کر افسوس و تاسف سے بولا۔

"بیٹا! میں تو عجیب مشکل میں گرفتار ہوگئی ہوں۔ علیحا کے تایا نے مجھ سے اس قدر استحقاق سے بات کی تھی کہ میں کچھ بولنے کی ہمت ہی نہ کر سکی۔ ہم سے زیادہ علیحا پر ان کا حق ہے۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس کی زندگی کا فیصلہ یوں سفاکی اور بے رحمی سے کریں۔ علیحا اتنی کم عمر لڑکی ہے' یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس کی شادی... مائی فٹ...!" وہ تلملا کر اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں مکا مار کر بولا۔

"اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟" امی بے بسی سے بولیں۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ کیا ہم علیحا کو اس کے تایا کے حوالے کر دیں گے تاکہ وہ جو جی چاہے اس کے ساتھ سلوک کریں۔" شہروز اچنبھے سے بولا۔ جب کہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی علیحا کو اپنے اعصاب اس پل بالکل منجمد لگے۔

"تو پھر تم ہی بتاؤ کیا کروں میں' وہ اس کا سگا تایا ہے اور میں... اس کی دور کی رشتے دار اور معلوم ہے وہ جاتے جاتے کس بات کا اشارہ کر گئے؟" امی کچھ بتاتے ہوئے ہچکچائیں۔

"کس بات کی جانب اشارہ کر گئے تھے؟" شہروز حیرت و استعجاب میں گھر کر بولا۔

"وہ کہہ رہے تھے کہ علیحا ہمارا خون' ہماری عزت ہے لہٰذا یہ بالکل مناسب نہیں ہے کہ ایک جوان غیر مرد کے ساتھ وہ ایک ہی چھت کے نیچے رہے۔"

"واٹ ربش...! انہیں اس وقت اپنے خون کا خیال نہیں آیا جب وہ آپ کے ساتھ آرہی تھی۔" شہروز یہ سُن کر غصے سے بولا۔ جب کہ علیحا ہونقوں کی مانند منہ کھولے بات کی تہہ تک پہنچ کر بھونچکا سی رہ گئی۔

"ٹھیک ہے میں علیحا سے شادی کر لیتا ہوں مگر اس تایا کے حوالے میں اسے کسی قیمت پر بھی نہیں کروں گا۔" شہروز نے بنا سوچے سمجھے اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کہی کہ امی اور علیحا پر تو جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

"یہ... تم کیا کہہ رہے ہو شہروز! علیحا تم سے بارہ سال چھوٹی ہے۔ وہ شاید تمہیں شوہر کے روپ میں قبول نہ کر سکے اور پھر اس کے اندر اپنی عمر سے زیادہ بچپنا اور ناپختگی بھی ہے۔" امی استعجاب کے سمندر سے بمشکل نکل کر بولیں۔

"افوہ امی! تو میں کہاں سے اس کی عمر کا رشتہ ڈھونڈ کر لاؤں' میرے لیے بھی بہت مشکل ہے کہ اپنے آپ سے بارہ سال چھوٹی لڑکی کو اپنے نکاح میں لوں مگر مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ اتنی معصوم لڑکی تین بچوں کے باپ کی بیوی بن کر اپنی زندگی کو گہن لگا دے۔" شہروز کے ادا کیے گئے ہر جملے پر علیحا کے اندر آگہی و ادراک کے دروازے تیزی سے کھلتے چلے گئے۔ اس نے عقیدت مند نگاہوں سے اسے دیکھا دل میں تشکر و ممنونیت کے جذبات بھر گئے' اب اس کے اندر مزید کچھ اور سننے کی خواہش باقی نہیں رہی تھی وہ خاموشی سے وہاں سے پلٹ آئی۔

پھر دونوں کا سادگی سے نکاح پڑھا دیا گیا اور وقت اپنی مخصوص رفتار سے آگے بڑھ کر علیحا کی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں لاتا گیا اب وہ اٹھارہ سال کی نادان اور بے وقوف سی علیحا نہیں بلکہ ایک میچور سمجھ دار اور ایم ایس سی بائیو کیمسٹری کی ذہین طالبہ تھی۔ علیحا کو ایک بھرپور لڑکی بنانے میں شہروز نے قدم قدم پر اس کا ساتھ دیا تھا اب وہ بھی ایک بُردبار مرد تھا۔ نوجوانی کے کئی سال وہ پیچھے چھوڑ آیا تھا امی شہروز سے رخصتی کا تقاضہ کرتے کرتے تھک گئی تھیں مگر شہروز کو نجانے کیا بات مانع تھی کہ ہر بار وہ یہ بات ایک کان سے سن کر دوسرے

سے نکال دیا کرتا تھا۔ ایک دن جب امی نے بہت زور دیا تو گویا اس نے علیحا کے سر پر ایک ہی جملے میں پہاڑ توڑ ڈالے وہ پھٹی پھٹی نظروں سے شہروز کو بس دیکھے گئی۔ وہ اپنی بات کہہ کر اب امی کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا شہروز!" امی چائے کی پیالی میز پر پٹخ کر غصیلے لہجے میں بولیں۔ علیحا جو حسبِ معمول شام کی چائے ان سب کے ساتھ پی رہی تھی۔ شہروز کی بات سن کر پیالی ہاتھ میں لیے گم سم سی بیٹھی رہ گئی۔

"امی! یہ سب میں علیحا کی بہتری کے لیے کر رہا ہوں' میں نے جس دن علیحا سے نکاح کا ارادہ کیا تھا اسی دن سوچ لیا تھا کہ علیحا کو ایک مکمل لڑکی بنا کر آزاد کر دوں گا تاکہ اس کے جوڑ کا کوئی اچھا سا لڑکا اسے اپنا جیون ساتھی بنا لے۔" وہ پُرسکون لہجے میں بولا تو علیحا نے اسے شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا مگر اس پل وہ علیحا کو بالکل نظر انداز کیے ہوئے تھا۔

"اور تم... جب تمہارے ذہن میں یہ خرافات تب سے تھیں تو اتنے سال کیوں گنوا دیئے اگر اسی وقت تم شادی کر لیتے تو کم از کم آج تمہارے دو تین بچے تو ہوتے۔" امی سر ہاتھوں میں تھام کر تاسف اور دکھ سے بولیں۔

"امی پھر میں علیحا کو وہ خصوصی توجہ اور وقت نہیں دے پاتا جو اس کو میری ذات سے چاہیے تھا۔" شہروز کے جملے سن کر علیحا کا دل چاہا کہ سب کچھ تہس نہس کر دے' پوری دنیا کو آگ لگا دے' حتیٰ کہ اپنے وجود کو بھی۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ نکاح کے بندھن میں بندھ کر اس کے ساتھ ساتھ شہروز کے جذبات و احساسات بھی بدل گئے ہیں جس طرح وہ انہیں چاہنے لگی تھی اسی طرح شہروز نے بھی اسے اپنے دل میں جگہ دے ڈالی ہے مگر... شہروز تو صرف اس کا کیئر ٹیکر تھا اور کچھ نہیں۔ جس نے اسے اپنی ذمہ داری سمجھ کر نبھایا اور آج جب اسے اس قابل سمجھا کہ وہ اپنی مرضی کا راستہ چُن سکتی ہے اپنی زندگی کو سنوار سکتی ہے تو پھر خود کو

اس کی ذات سے دست بردار ہونے کا فیصلہ کر لیا' نہیں بلکہ یہ فیصلہ تو وہ کئی سالوں پہلے کر چکا تھا۔علیحا دکھ و صدمے کی زیادتی کے زیر اثر سُن سی بیٹھی رہی۔

دونوں ایک دوسرے سے الجھے ہوئے تھے جب کہ علیحا سے کسی نے اس کی مرضی تک نہیں پوچھی تھی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔وہ ایک دم کرسی سے اٹھی تو دونوں نے ہی اسے چونک کر دیکھا' اسی پل امی کو اس کی کیفیت کا احساس ہوا۔

”علیحا یہ... یہ شہروز جو بکواس کر رہا ہے کیا تم اس کی حمایت کرتی ہو۔“ امی نے شہروز کو تادیبی نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو علیحا نے ایک کٹیلی نگاہ شہروز پر ڈالی پھر منہ پھیر کر بولی۔

”خالہ! انہیں کس نے کہا تھا کہ یہ میرے گاڈ فادر بن جائیں یا پھر اتنے مہان کہ میں مارے عقیدت اور احسان کے ان کے سامنے سر ہی نا اٹھا سکوں۔“ علیحا کے انتہائی تلخ اور کاٹ دار لہجے پر شہروز نے اسے الجھ کر دیکھا۔”بڑی اماں مجھے آپ کے سپرد کر کے گئی تھیں ان کے نہیں۔ کس برتے پر انہوں نے تایا کو انکار کیا مجھے میرے اپنوں سے دور رکھا۔“

”یا اللہ یہ سب ہو کیا رہا ہے؟“ امی دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولیں پہلے شہروز کی اور پھر علیحا کی باتوں نے ان کو حواس باختہ کر دیا تھا۔

”خالہ! آپ لوگوں کا بہت بڑا احسان ہے مجھ پر کہ مجھ یتیم بے سہارا اور لاوارث لڑکی کو آپ نے اپنے گھر میں پناہ دی اور اسے پڑھایا' لکھایا“!...

”علیحا! یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟“ شہروز غصے سے بولا۔

”خالہ! یہ جو چاہیں جیسا چاہیں ان کی مرضی پوری کیجیے' اب میں مزید آپ لوگوں پر بوجھ نہیں بنوں گی' میں جلد ہی اس گھر سے...!“ بولتے بولتے یک دم اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ آنکھوں میں نمی کو چھپانے کے خاطر وہ تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔ شہروز نے علیحا کے جانے کے بعد امی کو انتہائی متفکر انداز میں دیکھا۔

”یہ معاملہ تم دونوں کا ہے مجھ سے مدد کی امید مت رکھنا۔“ امی چڑ کر بولتی اٹھ کھڑی ہوئیں تو شہروز نے بے بسی کے عالم میں اپنے بالوں کو نوچ لیا۔

☆...☆...☆

پھر شہروز نے علیحا سے بات کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ اس کے ہاتھ نہیں آئی۔اِدھر امی نے اس پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا بلکہ چند تصویریں بھی انہوں نے شہروز کے آگے دھر دی تھیں۔

”امی خدا کے لیے پہلے مجھے یہ الجھن تو سلجھانے دیں۔ وہاں علیحا بی اڑیل گھوڑی کی طرح اینٹھی ہوئی ہیں اور یہاں آپ نے مجھے پریشرائز کیا ہوا ہے۔“

”یہ الجھنیں تم نے خود پالی ہیں اپنی زندگی کے دھاگوں کے ساتھ ساتھ تم نے علیحا کی بھی زندگی کو بُری طرح سے الجھا دیا ہے۔ میں اب تمہاری مزید کوئی بھی بات نہیں مانوں گی' بہت جلد تمہاری شادی کر دوں گی۔“ امی نے یہ کہہ کر اس کی پریشانی کو ازحد بڑھا دیا۔

”یا اللہ میں کیا کروں؟“ شہروز اپنا سر اوپر اٹھا کر روہانسے انداز میں بولا۔

☆...☆...☆

وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اس کی یونیورسٹی کے گیٹ پر اس کا انتظار کر رہا تھا مگر لگ رہا تھا کہ وہ موصوفہ پوری یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس کو گھر بھجوا کر باہر نکلیں گی' انتظار کی لمبی کوفت کے بعد اچانک اسے باہر آتی دکھائی دی۔ وہ کھوئی کھوئی سوچوں میں مستغرق چلی جا رہی تھی یہاں تک کہ شہروز کی گاڑی دیکھے بنا ہی آگے نکل گئی۔

"حد ہوتی ہے ہونق پن کی یعنی میں شہروز حسن اتنی بڑی گاڑی میں بیٹھا تمہیں نظر نہیں آیا؟" اچانک علیحا کے عقب سے اس کی آواز ابھری تو بے ساختہ علیحا نے چونک کر مڑ کے دیکھا۔ "فوراً گاڑی میں بیٹھو' پچھلے دو گھنٹوں سے میں یہاں گرمی پھانک رہا ہوں۔"

"تو میں نے کہا تھا کہ آپ گرمی پھانکیں۔" علیحا تڑخ کر بولی۔

"نہیں! مگر تم مجھ سے گھر پر ہی بات کر لیتیں تو مجھے یوں افسانوی ہیرو کی طرح گاڑی تمہاری راہ میں روک کر تمہیں بٹھانے کی پیش کش نہ کرنی پڑتی۔" وہ بھی علیحا کے انداز میں بولا تو اوپر سے سورج کی تیز کٹیلی شعاعیں اس پر مستزاد شہروز کا لو کے تھپیڑوں کی مانند سلگتا لہجہ بآسانی اس کا دماغ گھوم گیا۔

"نہیں بیٹھنا مجھے آپ کی گاڑی میں' آپ مہربانی کر کے یہاں سے چلے جائیں۔" ارد گرد گزرتے اسٹوڈنٹس میں کچھ ان کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ علیحا نے سبکی محسوس کر کے بھینچے بھینچے انداز میں کہا۔

"ارے علیحا اینی پرابلم' تم یہاں ایسے کیوں کھڑی ہو؟" تین چار لڑکیوں کے گروپ میں سے ایک لڑکی نے کافی معنی خیز انداز میں استفسار کیا جب کہ باقی لڑکیاں شہروز کی ڈیسنٹ پرسنلیٹی کو بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھیں۔

"نہیں! کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" علیحا جز بز ہو کر روکھائی سے بولی۔

"آپ کی تعریف...!" شہروز خوامخواہ میں خوش اخلاقی بگھارتے ہوئے کہا۔

"میرا نام حنا ہے میں علیحا کی کلاس فیلو ہوں بلکہ ہم چاروں ہی کلاس فیلوز ہیں اور آپ علیحا کے کون ہیں؟" حنا آنکھیں مٹکا کر بولی تو علیحا یک دم بول اٹھی۔

"شہروز پلیز چلیے دیر ہو رہی ہے۔"

"یہ میری وائف ہیں!" وہ اتنے دلنشیں اور خوب صورت انداز میں بولا کہ علیحا کو لگا جیسے شہروز کے صرف ایک جملے سے اندر باہر کا موسم یک دم بدل گیا ہو اچانک ٹھنڈی ٹھنڈی مسحور کن ہوائیں چلنے لگیں ہوں۔

"وہاٹ...! علیحا تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا۔" ایک لڑکی ناراضگی سے بولی۔

"دیکھیے! آپ لوگ بعد میں شکوے شکایتیں کر لیجیے گا فی الحال ہم چلتے ہیں۔" شہروز جلدی سے بولا اور علیحا کو آنے کا اشارہ کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ وہ بھی تیزی سے گاڑی کی جانب لپکی۔

"کیا ضرورت تھی انہیں بتانے کی؟ کیا پھر خدمت خلق کرنے کا ارادہ ہے یا پھر مجھ پر مزید احسان کر کے اور زیادہ مہان بننے کا پروگرام ہے۔" علیحا کے لہجے میں تلخی ہی تلخی تھی۔ شہروز کچھ بولتے بولتے خاموش ہو گیا۔ پھر کچھ دیر بعد شہروز کی سنجیدہ آواز ابھری۔

"علیحا! تم جانتی ہو ہماری عمروں میں کتنا فرق ہے؟"

"میری ماں' میرے باپ سے چودہ سال چھوٹی تھیں اور بقول نانی کے وہ نانا سے پندرہ سال چھوٹی اور تائی' تایا سے بارہ سال چھوٹی...!" علیحا طنزیہ لہجے میں بولی۔

''ایسا ہوا کرتا تھا' میں مانتا ہوں اس بات کو' مگر آج کے دور میں عمروں کا تضاد بہت سی الجھنوں کو جنم دیتا ہے' ذہنی مطابقت کا فقدان اور مخالف مزاج کا ٹکراؤ زندگی کو جہنم بنا دیتا ہے۔'' شہروز اسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

''ہُوں تو خطرہ آپ کو کس سے ہے خود سے یا پھر مجھ سے...!'' علیحا نے گرن موڑ کر شہروز کی جانب دیکھ کر کہا تو اسی پل شہروز نے بھی علیحا کی جانب دیکھا' نگاہوں کا تصادم بے ساختہ تھا۔علیحا نے سرعت سے نگاہوں کا زاویہ بدلا شہروز اس کے صبیح چہرے کو چند ثانیے دیکھتا رہا۔

''کیا یہ تمہارے ساتھ ناانصافی نہیں ہو گی؟''شہروز نے گمبھیر لہجے میں پوچھا تو علیحا نے بمشکل نگاہ شہروز کی جانب اٹھائی۔

''کیا یہ انصاف ہو گا کہ خود سے اتنا عرصہ منسلک رکھنے کے بعد اچانک خود سے جدا کر دیں۔'' شہروز کو لگا جیسے ارد گرد بہت سے جگنو ٹمٹما اٹھے ہوں۔علیحا کے اس قدر خوب صورت جذبۂ اظہار نے اس کی روح کو سرشار کر دیا۔

''علیحا میری زندگی 'آئی...!'' ایک جذب سے بولتے بولتے یک دم شہروز کو کچھ یاد آ گیا تو بے ساختہ اس کے پیر بریک پر جا پڑے۔گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو بمشکل علیحا نے اپنا سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ہوئے بچایا۔

''کیا ہوا؟'' وہ اچنبھے سے بولی۔

''وہ علیحا آئی...''شہروز اچانک بولتے بولتے رک گیا۔جب کہ اس جملے کو سننے کے لیے برسوں سے ترستے علیحا کے کان ایک بار پھر بے قرار ہو اٹھے۔

''یہ آپ کی سوئی بار بار یہاں کیوں اٹک جاتی ہے؟'' وہ کچھ جھنجلا کر بولی۔

''دراصل مجھے کچھ شرم سی آ رہی ہے' تم مجھ سے اتنی چھوٹی اور میں تمہیں یہ بولتا کیا اچھا لگوں گا۔'' شہروز حقیقت سے بولا تو علیحا نے اسے محبت لٹاتی نگاہوں سے دیکھا پھر اپنے لہجے کو سخت بناتے ہوئے بولی۔

''آج کے بعد یہ جملہ آپ کی زبان پر نہ آئے۔''

''اوکے میڈم! آپ کا حکم سر آنکھوں پر' آئی...!'' وہ پھر رکا تو علیحا نے تلملا کر رخ شیشے کی جانب موڑ لیا۔ شہروز کا جان دار قہقہہ گاڑی میں گونج اٹھا۔

''شہروز برسوں سے مجھے اس جملے کا انتظار تھا' جسے کہتے ہوئے تم ہچکچا رہے ہو مگر مجھے یقین ہے کہ وہ دن دور نہیں جب تم اپنے تمام جذبے میرے نام کر دو گے' بس تھوڑا اور انتظار...'' علیحا دل میں سوچ کر دھیرے سے مسکرا دی۔

میرے خون میں گھلی ہوئی تیری خوش بُو کی بشارتیں
میری زندگی کوئی پھول ہے جسے تُو نے آ کے کھلا دیا
تُو بچھڑ کے بھی میرے ساتھ ہے' تیرے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے
یہ عجب یقین ہے تُو نے جو میرے روز و شب کو دِلا دیا

ختم شد